۱۴۸واں باب

[صفر ۴ ہجری]

اُحد سے بھی ہیں کچھ شدید تر ایّامِ غم

۲۵۸ سریہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ

۲۵۹ وفات ابو سلمہ رضی اللہ عنہ

۲۶۱ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر اپنے والد کے گھر سے قریب

۲۶۲ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ کی ایک غلام کے لیے درخواست

۲۶۳ رجیع کا المناک واقعہ

۲۶۴ خبیب رضی اللہ عنہ کی گرفتاری، قید اور شہادت،

۲۶۵ زید بن دشنہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری اور شہادت

۲۶۶ بئرِ معُونَہ کا المیہ

۲۶۷ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی بیوہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح

۱۴۸واں باب

اُحد سے بھی ہیں کچھ شدید تر ایّامِ غم

اُحد میں بڑی تعداد میں شہادتوں کے نذرانے اُن کے گھر والوں اور مجموعی طور پر مسلم کمیونٹی کے لیے کسی دل شکستگی کا ہر گز باعث نہیں بنے، بلکہ صورتِ حال یہ تھی کہ جو شہید نہیں ہوئے تھے وہ غم زدہ سے تھے کہ اُن کو یہ سعادت نہ مل سکی۔ شہید ہو جانے والوں کا جنّتوں میں عیش کے ساتھ رہنے کا، پیچھے رہ جانے والوں کو ایسا پختہ یقین تھا جیسا کہ خود اُن کو اپنے گھروں میں ہونے کا یقین تھا۔ مگر دشمنانِ اسلام کے گھروں میں ہی نہیں دلوں میں بھی گھی کے چراغ جل رہے تھے۔ بدر میں جو ہوا بندھی تھی وہ آناً فاناً اُکھڑ گئی، اگرچہ کہ دوسرے روز زخمی سپاہ کا حمراء الاسد تک پیچھا کرنے نے قریش کیا یہود اور منافقین کو بھی حیرت میں ڈال دیا تھا مگر مرعوبیت کی اُن پر وہ کیفیت نہیں تھی جو بدر اور احد کے درمیانی عرصے میں رہی تھی۔ مدینے کے مسلمانوں اور اُن کے عظیم لیڈر، نبی اکرم ﷺ کے نزدیک اب سب سے پہلا اور اہم کام دوبارہ مورال کو بلند کرنا اور حرم کو ناجائز قابضین سے آزاد کرانا تھا، ایک اور کام بہت اہم تھا لیکن جاری حالات میں حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ اُس کام کے لیے عجلت نہیں دکھائی جائے، وہ کام مدینے کو منافقت سے پاک کرنا تھا، جس کا پہلا قدم یہ تھا کہ عین میدانِ جنگ سے واپس پلٹنے والے تین سو کم نصیب منافقین کی اصلاح کرنا یا مناسب خبر لینا۔ آنے والے دنوں میں ہم دیکھیں گے مزید نازل ہونے والا قرآن مجید مشرکین اور یہود کی مانندِ اِن نام نہاد مسلمانوں کو بھی ایک مستقلاً گروہ کی حیثیت سے لے کر چلے گا۔

سریہ اُبو سلمہ رضی اللہ عنہ:

جنگ احد کے بعد دو ماہ امن وامان سے گزر گئے مگر ہجرت کے چوتھے برس کے شروع ہوتے ہی محرم کے آخر میں بنو اسد بن خزیمہ کے ایک آدمی سے خبر ملی کہ اُس کے قبیلے کے دو سردار، خُویلد کے بیٹے طلیحہ اسدی اور سلمہ بن خویلد جن کی چودھراہٹ قوم میں بڑی تسلیم شدہ تھی اپنی قوم اور اُن لوگوں کو جو اُن سے مرعوب ہیں، ساتھ لے کر اپنے قبیلے کو رسول اللہ ﷺ پر حملے کی دعوت دے رہے ہیں۔ نبی ﷺ نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو پچپن ۵۵ صحابہ کے ایک دستے کی امارت سونپ کر قطن کی طرف بھیجا۔ آپؐ نے ابو سلمہؓ کو پرچم عنایت کر کے فرمایا: اپنے

سریہ کو لے کر بنواسد کی سرزمین پہنچ جاؤ اور ان پر حملہ کر دو۔ آپؐ نے اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی تلقین بھی کی، جس کا مطلب یہ تھا کہ برسرِ جنگ لوگوں ہی کے ساتھ لڑنا، جو لڑنا نہ چاہیں اُن سے گریز کرنا، آبادی میں فساد نہ مچانا۔ مسلمانوں کے اس دستے کے وہاں پہنچنے پر بنواسد کے لوگ قطن کے چشمہ پر اپنے مال مویشی چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ ابو سلمہؓ نے مویشی پکڑ لیے، تین غلاموں کو پکڑا اور چند دنوں کے بعد مدینہ لوٹ آئے۔ جاسوسی کرنے والے اسدی کو غنیمت میں سے حصہ دیا گیا۔ یہ کامیاب مہم اپنے قائد ابو سلمہؓ کے نام پر سریہ ابو سلمہ کہلاتی ہے۔

وفاتِ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ

غزوہ اُحد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قریشی الاصل رضاعی بھائی اور چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کو تو چھینا ہی تھا، ابو سلمہؓ کو بھی لے لیا[۳۲]۔ اوپر مذکورہ مہم 'سریہ ابو سلمہؓ' سے لوٹنے کے سترہ دن بعد جنگِ احد میں تیر کی نوک سے لگنے والے اُن کے بازو کا زخم پھر پھوٹ پڑا اور جان لیوا ثابت ہوا۔ ابو سلمہؓ قبیلہ بنو مخزوم کے عبدالاسد کے بیٹے تھے۔ ابو سلمہؓ کی شادی ہند بنت ابو امیہ سے ہوئی جو امِ سلمہؓ کہلائی جاتی ہیں، ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد اُنھیں اُمّ المومنین بننے کا شرف ملا۔

ابو سلمہؓ حبشہ اور مدینہ کی جانب ہجرت کرنے والے اولیں لوگوں میں سے تھے۔ ابو سلمہؓ محرم کی ۱۰ تاریخ کو مدینہ پہنچے۔ بیعت عقبہ ثانیہ ۱۰ ذوالحجہ کو ہوئی تو آپ یقیناً اسی ماہ کی آخری تاریخوں میں نکل کھڑے ہوئے ہوں گے۔ آپ کا شمار مہاجرین کے سابقون الاوّلون گروہ میں ہوتا ہے۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو دن کم دو ماہ قبل مدینے میں داخل ہوئے۔ یاد رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں چار روز ٹھہر کر مدینے میں ۱۲ ربیع الاوّل کو داخل ہوئے تھے۔ یہ تاخیر اس لیے ہوئی کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے لیے ہجرت کی اجازت کے منتظر تھے، جو آپؐ کو ماہِ صفر کے آخر میں ملی اور جس دن دوپہر کو ملی اُسی دن، رات ہونے پر آپؐ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہم راہ ہجرت کے لیے یثرب کی جانب نکل گئے۔ ابو سلمہؓ اور ام سلمہؓ کی ہجرت کا دل گداز واقعہ ساتویں جلد میں بیان کیا گیا ہے۔ [دیکھیں جلد ۷، صفحہ ۴۵۹ تا ۴۶۱] ابو سلمہؓ کی سعد بن خیثمہؓ انصاری کے ساتھ مواخات ہوئی۔

---

۳۲ ابو سلمہؓ آپؐ کی پھوپھی برہ بن عبد المطلب کے بیٹے ہونے کے علاوہ رضاعی بھائی بھی تھے۔ کیوں کہ ابو لہب کی باندی ثوبیہ نے آپؐ کے علاوہ حمزہؓ اور ابو سلمہؓ کو بھی دودھ پلایا تھا آپؐ کے دیگر رضاعی بہن بھائیوں میں دائی حلیمہؓ کے بچے شامل ہوتے ہیں

سنہ ۲ ہجری میں رسول اللہ ﷺ غزوۂ عشیرہ کے لیے جب مدینہ سے باہر گئے تو ابو سلمہؓ کو مدینہ کا قائم مقام حاکم مقرر فرمایا۔ کم و بیش ایک ماہ تک انھوں نے یہ ذمہ داری ادا کی۔ ابو سلمہؓ کو جنگ احد میں گہرا زخم لگا تھا، انجام کار یہی ان کی شہادت کا سبب بنا۔ احد سے واپسی پر ابو سلمہؓ نے قبا میں بنو امیہ بن زید کے ہاں قیام کیا۔ وہاں وہ ایک مہینہ تک اپنے زخم کا علاج کرتے رہے، وہ بھر گیا، لیکن نسیں صحیح سے اپنا جال نہ بنا سکیں ہوں گی تاہم بظاہر کوئی خرابی دکھائی نہ دیتی تھی۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ سریہ سے لوٹنے کے بعد زخم پھوٹ پڑا اور اُسی تکلیف میں بقضائے الٰہی آپ کی شہادت ہوئی۔ تاہم شماسؓ کی مانند آپ کی نعشِ مبارک کو تدفین کے لیے میدان احد نہیں بھیجا گیا۔

جب ابو سلمہؓ کا آخری وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ وہ جان کنی کے عالم میں تھے، ایک جانب عورتیں رو رہی تھیں۔ جب ابو سلمہؓ کا دم نکل گیا تو آپؐ نے دست مبارک سے اُن کی آنکھیں بند کر دیں۔ آپؐ نے عورتوں کو تلقین کی کہ (میت پر بین کرتے ہوئے) اپنے لیے بددعا[۳۳] نہ کرو، بلکہ بھلائی کی دعا ہی مانگو، کیوں کہ فرشتے میت کے اہل خانہ کی دعا یا بددعا پر آمین کہتے ہیں۔ نبی ﷺ نے ابو سلمہ کے لیے یوں دعا فرمائی:

اے اللہ، ابو سلمہ کی مغفرت کر دے۔
ہدایت یافتوں (اہل جنت) میں ان کا درجہ بلند کر دے۔
پس ماندگان میں ان کا قائم مقام ہو جا۔
اے رب العٰلمین، ہماری اور ان کی مغفرت کر دے۔
قبر میں ان کے لیے کشادگی کر دے اور اسے منور کر دے (مسلم)

ان کی بیوہ ام سلمہ نے آپؐ سے سوال کیا: یا رسول اللہ، میں کیسے دعا کروں؟ فرمایا: کہو، اے اللہ، ابو سلمہ کی مغفرت کر دے، اور ہمیں ان کا بہتر بدل عنایت کر (ابو داؤد)۔ اُمّ المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ میں نے سوچا کہ ابو سلمہ پردیسی تھے، پردیس میں فوت ہوئے۔ میں ان کے لیے ایسا گریہ کروں گی جس کا چرچا ہو اور جس کی مثال دی جایا کرے۔ میرا ساتھ دینے کے لیے مدینہ کی وادئ صعید سے ایک عورت آئی۔ مجھ سے پہلے رسول اللہ ﷺ اُس سے ملے اور فرمایا: کیا تو چاہتی ہے کہ شیطان کو اس گھر میں دوبارہ

---

۳۳ جیسے بعض لوگ کسی کے مرنے پر کہتے ہیں کہ ہائے میں کم بخت کیوں نہ مر گیا، یا یہ کہ میں مر جاتا تو بہتر تھا۔

داخل کر دے جہاں سے اللہ اسے نکال چکا ہے۔ آپؐ نے یہ ارشاد دو بار دہرایا۔ چنانچہ میں نے بین کرنے کا ارادہ ترک کر دیا (مسلم)۔

نبی اکرم ﷺ نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ روایت ہے کہ آپؐ نے نو تکبیریں کہیں۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ، آپؐ کو سہو ہوا یا بھول گئے؟ فرمایا: مجھے سہو ہوا نہ بھولا۔ اگر میں ابو سلمہ کے لیے ایک ہزار تکبیریں بھی کہتا تو وہ اس کے اہل تھے۔ عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ نامۂ اعمال سب سے پہلے جس شخص کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا 'فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ' (الحاقہ ۶۹:۱۹)، ابو سلمہ بن عبدالاسد ہوں گے اور سب سے پہلے جس شخص کے بائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا 'وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ' (الحاقہ ۶۹: ۲۵)، ان کے بھائی سفیان بن عبدالاسد ہوں گے۔

ہم نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا کافی ذکر کر لیا، حقیقت یہ ہے کہ وہ اس سے بہت زیادہ کے حقدار ہیں، اب ہم اپنے موضوع یعنی احد کے بعد مدینے کے حالات و واقعات کی جانب پلٹتے ہیں۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر اپنے والد کے گھر سے قریب

اگرچہ علی رضی اللہ عنہ کا گھر رسول اللہ کے گھر سے زیادہ دور نہیں تھا لیکن آپؐ چاہتے کہ آپؐ کی بیٹی کا گھر اور بھی قریب ہو تا کہ آنے جانے میں آپؐ کا وقت دوسرے قیمتی کاموں کے لیے بچ سکے۔ شادی کے چند ماہ بعد قبیلہ خزرج کے حارثہ رضی اللہ عنہ جو آپؐ کے رشتہ دار بھی ہوتے تھے رسولؐ اللہ کے پاس آئے اور کہا کہ سنا ہے کہ آپؐ فاطمہؓ کو قریب رکھنے کے خواہش مند ہیں، سامنے ہی میرا یہ مکان بنو نجار کے کسی مکان کی نسبت آپؐ کی مسجد سے زیادہ قریب ہے یہ آپؐ ہی کا ہے میں اور میرا سارا مال و اسباب سب کے سب اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ آپؐ اسے قبول کر لیں نسبتاً اس بات سے کہ آپؐ انکار فرمادیں رسولؐ اللہ نے انھیں دعائے خیر دی اور ان کا تحفہ قبول کر کے اپنی بیٹی اور داماد کو اپنے پڑوس میں آباد کر لیا۔ مختلف معاملات میں رسول اللہ کو صرف حارثہؓ کی ایسی فیاضی ہی نہیں تمام ہی انصار و مہاجرین کی جانب سے فدایانہ تعاون حاصل تھا جو آپؐ کے لیے اطمینان قلب کے ساتھ سکون سے ریاست کے امور کو نبٹانے میں بڑا معاون تھا۔ اگر اسلامی جماعت کے امیر کو اپنے رفقا کی جانب سے اس نوع کی قلبی محبت حاصل رہے تو وہ اپنے منصب کی ادائیگی میں زیادہ فعال اور نتیجہ خیز [productive] ہوتا ہے۔

فاطمہؓ اور علیؓ کی ایک غلام کے لیے درخواست

فاطمہؓ شادی سے پہلے بھی بہت محنت و مشقت کی عادی تھیں، رسول اللہ کی بیٹی ہونے کے ناطے اصحابِ صفہ کی میزبان تھیں، اس حوالے سے بہت سے کام انجام دینے ہوتے تھے۔ شادی کے بعد اپنے گھر میں یہ کام تو نہ رہے لیکن اب تنہا تھیں، وہاں تو بہن ام کلثومؓ بھی تھیں اور آپؐ کی امی سودہؓ، (جو حقیقی ماں کی طرح خدمت و محبت کا حق ادا کرتی تھیں) اور عائشہؓ جو والدہ سے زیادہ دوست تھیں، اِن کے علاوہ ام ایمنؓ بھی تھیں۔ اِن جیسی شفیق اور دلنواز ہستیوں کے ساتھ مل کر کام کرنے میں نہ کاموں کی تھکن کا احساس ہوتا تھا اور نہ ہی وقت گزرنے کا۔

لیکن اب اپنے گھر میں فاطمہؓ کو وہ مل جل کر باتیں کرتے اور ہنستے کھیلتے کام کرنے کا موقع میسر نہیں تھا۔ تھکن ہو ہی جاتی تھی خصوصاً اس لیے کہ معاشی سرگرمی کے لیے علیؓ پانی کھینچتے اور بھرتے تھے گھر میں فاطمہؓ بھی چکی پیس کر کچھ حاصل کر لیتی تھیں فاطمہؓ نے ایک دن علیؓ سے کہا کہ میں اتنی چکی پیستی ہوں کہ میرے ہاتھوں میں گٹّے پڑ گئے ہیں علیؓ نے فرمایا کہ میں نے اتنا پانی کھینچا ہے کہ میرے سینے میں درد ہونے لگا ہے تمھارے والد کو اللہ نے چند قیدی دیے ہیں اُن سے ایک خدمت گار طلب کر لو۔ فاطمہؓ کو کچھ طلب کرنے میں حیا مانع تھی، لیکن شوہر کے کہنے پر چلی گئیں، آپؐ نے دریافت کیا کہ پیاری بیٹی کیسے آنا ہوا! فاطمہؓ نے کہا کہ ملنے حاضر ہوئی تھی، عزت نفس بھی اور اپنے والد کا جو اللہ کا پیغمبر بھی تھا، اتنا رعب تھا اور احترام بھی کہ فاطمہؓ کچھ طلب کیے بغیر ہی واپس لوٹ آئیں شوہر نے پوچھا کہ کیا لے کر آئی ہو؟ آپؓ نے کہا کہ مجھے تو کچھ طلب کرتے ہوئے جھجک محسوس ہوئی۔

کسی وقت دونوں نے اکٹھے رسول اللہ کے پاس آکر مدعا بیان کیا لیکن رسول اللہ کا خیال یہ تھا کہ ان قیدیوں کو ہدیہ کرنے کی بجائے ان کو فروخت کر کے وہ رقم اصحاب صفہ پر خرچ کی جائے۔ چوں کہ وہ اپنی خوراک اور طعام کے لیے زیادہ ضرورت مند تھے اور رسولؐ اللہ کے پاس کافی وسائل نہیں تھے۔ دونوں نے مجبوری کو سمجھا اور صبر واستقامت کے ساتھ اور بغیر کسی مایوسی کے گھر لوٹ آئے، لیکن اُسی شب رسولؐ اللہ اُن کے گھر تشریف لائے اور گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ علیؓ اور فاطمہؓ، دونوں آپؐ کے لیے خیر مقدمی کلمات کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے لیکن رسول اللہ نے فرمایا جہاں پر ہو وہیں رہو پھر آپؐ ان دونوں کے پاس آکر بیٹھ گئے اور سوال کیا تم نے مجھ سے جو مطالبہ کیا تھا کیا اس سے بہتر چیز تم کو نہ بتاؤں، دونوں نے اثبات میں جواب دیا۔

رسول اللہ نے فرمایا کیا میں تمھیں اس سے اچھی بات نہ بتاؤں، جب تم سونے کے لیے بستر پر لیٹو تو چونتیس مرتبہ اللہ اکبر، تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ پڑھ لیا کرو، یہ عمل تمھارے لیئے کسی خادم سے بہتر ہے۔ (بخاری: ۳۷۰۵۔ مسلم: ۲۷۲۷، ۲۷۲۸) آنے والے سالوں میں علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے رسول اللہ نے مجھے ان کلمات کی تعلیم دی میں نے اس کے بعد سے اس تسبیح کو کبھی ترک نہیں کیا۔

رجیع کا اَلم ناک واقعہ

صفر ۴ ہجری میں رسول اللہ ﷺ کے پاس عضل اور قارہ کے کچھ لوگ حاضر ہوئے اور بتایا کہ ان کے علاقے میں اسلام کی طرف بڑی رغبت ہے، لہٰذا آپؐ اِن کے ہمراہ کچھ لوگوں کو دین سکھانے اور قرآن پڑھانے کے لیے روانہ فرمادیں۔ آپ ﷺ نے مرثد بن ابی مرثد غنوی کی قیادت میں چھ افراد کو روانہ فرمایا۔ جب یہ لوگ رابغ اور جدہ کے درمیان قبیلہ ہذیل کے رجیع نامی ایک چشمے پر پہنچے تو ان پر عضل اور قارہ کے اُنھی افراد نے جواِن کو لارہے تھے، قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ بنو لحیان کے کوئی ایک سو تیر اندازوں کو ان کے پیچھے لگادیا۔ یہ تیر انداز پیروں کے نشان دیکھتے ہوئے اِن تک پہنچ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔ بنو لحیان نے انھیں گھیر لیا، اور کہا کہ ہم تم سے عہد کرتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس اتر آؤ تو ہم تمھارے کسی آدمی کو قتل نہیں کریں گے۔ عاصم رضی اللہ عنہ نے اترنے سے انکار کردیا اور اپنے رفقاء سمیت ان سے جنگ شروع کردی۔ بالآخر تیروں کی بوچھاڑ سے تین افراد شہید ہوگئے۔ اور تین لوگ؛ خبیبؓ، زید بن دثنہؓ اور مزید ایک صحابی باقی بچے۔ اب پھر بنو لحیان نے اپنی پیش کش کو دہرایا کہ اگر ہمارے پاس اتر آؤ تو ہم تمھارے کسی آدمی کو قتل نہیں کریں گے۔ یہ تینوں حضرات اتر آئے لیکن انہوں نے قابو پاتے ہی انھیں اپنی کمانوں کی تانت سے باندھ کر ساتھ لے جانے لگے اس پر تیسرے صحابی نے کہا کہ یہ پہلی بدعہدی ہے، [اب مزید کیا کروگے، نہیں معلوم اور] ان کے ساتھ جانے سے انکار کردیا۔ انہوں نے گھسیٹ کر ساتھ لے جانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے تو انھیں قتل کردیا اور خبیب رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہما کو اہلِ مکہ کے پاس فروخت کرنے کے لیے لے گئے۔ اِن دونوں حضرات نے میدانِ بدر میں اہلِ مکہ کے سرداروں کو قتل کیا تھا۔ بنو لحیان نے اِن دونوں کو مقتول سرداروں کے ورثا کے ہاتھوں بیچ دیا۔ ان دونوں صحابہ نے اِن خریدنے والوں کے ہاتھوں شہادت کی سعادت پائی۔ مدینے کی اسلامی حکومت میں اُن دنوں اتنی طاقت نہیں تھی کہ اِن کو چھڑا سکتی۔

خبیب رضی اللہ عنہ کی گرفتاری، قید اور شہادت

خبیب رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ حرام مہینہ گزر جانے کے انتظار میں اہل مکہ کی قید میں رہے۔ پھر مکے والوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ اور انھیں حرم سے باہر تنعیم لے گئے۔ جب سولی پر چڑھانا چاہا تو انہوں نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو، ذرا دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ مشرکین نے چھوڑ دیا اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ جب سلام پھیر چکے تو فرمایا: واللہ! اگر تم لوگ یہ نہ کہتے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں موت کے خوف کی وجہ سے کر رہا ہوں تو میں نماز کو کچھ اور طول دیتا۔ اس کے بعد فرمایا: اے اللہ! انھیں ایک ایک کر کے گن لے، پھر بکھیر کر مارنا۔ اور ان میں سے کسی ایک کو باقی نہ چھوڑنا۔ پھر عرب کے بہادروں کی مانند اشعار کہتے ہوئے جان دی:

"لوگ میرے گرد گروہ در گروہ جمع ہو گئے ہیں۔
[اور میری موت کا تماشا دیکھنے کے لیے] وہ اپنے قبائل کو چڑھا لائے ہیں۔
بڑا مجمع جمع کر لیا ہے، اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی قریب لے آئے ہیں۔
اور مجھے ایک لمبے مضبوط تنے کے قریب کر دیا گیا ہے،
میں اپنی بے وطنی و بیکسی کا شکوہ
اور اپنی قتل گاہ کے گرد گروہوں کی جمع کردہ آفات پر
اللہ ہی سے فریاد کر رہا ہوں۔
اے عرش مکیں، میرے رب!
مجھے اُن ارادوں کو صبر سے سہنے کی ہمت دے۔
جو میرے خلاف دشمنوں نے باندھے ہیں
انہوں نے مجھے [خنجروں سے] لخت لخت کر دیا ہے۔
اور میری حالت بری ہو گئی ہے۔
بے کسی کے اس قتل سے بچنے کے لیے
انہوں نے مجھے کفر کا اختیار دیا ہے۔
حالاں کہ موت اس سے کم تر اور آسان ہے۔
میری آنکھیں آنسو کے بغیر امنڈ آئیں۔

میں مسلمان مارا جاؤں تو مجھے پروا نہیں کہ
اللہ کی راہ میں کس پہلو پر قتل ہوں گا۔
یہ تو اللہ کی ذات کے لیے ہے۔
اور وہ چاہے تو لخت لخت کیے ہوئے اعضاء کے
جوڑ جوڑ میں برکت دے دے۔"

اس کے بعد ابو سفیان نے خبیب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تمھیں یہ بات پسند آئے گی کہ (تمھارے بدلے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ہوتے۔ ہم ان کی گردن مارتے۔ اور تم اپنے اہل و عیال میں رہتے۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ واللہ! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں اپنے اہل و عیال میں رہوں اور (اس کے بدلے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں آپؐ ہیں وہیں رہتے ہوئے کانٹا چبھ جائے، اور وہ آپؐ کو تکلیف دے۔

اس کے بعد مشرکین نے انھیں سولی پر لٹکا دیا، اور ان کی لاش کی نگرانی کے لیے آدمی مقرر کر دیے لیکن حضرت عَمرو بن اُمیہ ضمریؓ تشریف لائے۔ اور رات میں کسی طور بچ بچا کر لاش اٹھالے گئے۔ اور اسے دفن کر دیا۔ خبیب رضی اللہ عنہ کا قاتل عُقبہ بن حارث تھا۔ امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں کہ خبیب رضی اللہ عنہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے قتل کے موقع پر دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ مشروع کیا۔ اور انھیں قید میں دیکھا گیا کہ وہ انگور کے گچھے کھا رہے تھے۔ جب کہ ان دنوں مکے میں کھجور بھی نہیں ملتی تھی۔ [بخاری، حدیث#۳۹۸۹]

زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری اور شہادت

دوسرے صحابی جو اس واقعے میں گرفتار ہوئے تھے، یعنی حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ، انھیں مکے کے سردار صفوان نے خرید کر بدر میں اپنے باپ امیہ کے قتل کے بدلے مکے کے نواح میں قتل کر دیا۔ قریش نے چاہا کہ عاصم رضی اللہ عنہ کی لاش یا اُن کے جسم کا کوئی ٹکڑا اہلِ شہر کو دکھانے اور انتقام لینے کا جشن منانے کے لیے لائیں۔ کیوں کہ انہوں نے جنگِ بدر میں قریش کے عظیم سردار کو قتل کیا تھا۔ لیکن اللہ نے اُن کی لاش تک جانے والوں پر بھڑوں کا جھنڈ بھیج دیا۔ جس نے قریش کے آدمیوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا اور وہ لوگ اس کا کوئی حصہ نہ حاصل کر پائے۔ بات یہ تھی کہ عاصمؓ نے اللہ سے یہ دعا کی تھی کہ مرنے کے بعد انھیں کوئی مشرک نہ چھو پائے۔ بعد میں جب سیّدنا عمرؓ کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو کبھی اُن کو یاد کر کے فرمایا کرتے تھے کہ اللہ وفات کے بعد بھی اپنے مومن بندے کی اس طرح حفاظت کرتا ہے جیسے اس کی زندگی میں کرتا ہے۔

بئرِ معونہ کا المیہ [بِئْرِ مَعُوْنَۃَ]

ابھی محرم کا مہینہ جاری ہی تھا اور خبیبؓ نے پھانسی پر شہادت نہیں پائی تھی کہ ایک اور اندوہناک واقعہ پیش آیا۔ مُلاعِبُ الاَسِنّہ (نیزوں سے کھیلنے والا)، ابو براء عامر بن مالک، مدینہ میں نبی اکرم ﷺ سے ملنے آیا، آپؐ نے اسے اسلام کی دعوت دی، اس نے اسلام تو قبول نہیں کیا۔ لیکن بے رُخی اور بے زاری بھی نہیں دکھائی۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر آپؐ اپنے اصحاب کو اسلام کی دعوت کے لیے اہلِ نجد کے پاس بھیجیں تو مجھے امید ہے کہ وہ لوگ آپؐ کی دعوت قبول کر لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنے صحابہ کے متعلق اہلِ نجد سے خطرہ ہے۔ ابو براء نے کہا: وہ میری پناہ میں ہوں گے۔ آپ ﷺ نے اس پر اعتماد کیا اور "معتق للموت" (موت کے لیے آزاد کردہ) کے لقب سے مشہور بنو ساعدہ کے منذر بن عمروؓ کی قیادت میں چالیس آدمیوں کو بھیج دیا یہ لوگ قُراء تھے، جو دن میں بیچنے کے لیے لکڑیاں کاٹتے اور اُنھیں بیچ کر اہل صُفّہ کے لیے غلہ خریدتے اور قرآن پڑھتے پڑھاتے تھے، اور رات میں اللہ کے سامنے جھکے رہتے تھے۔ معلمین قراء کا یہ قافلہ بنو عامر اور حرہ بنی سلیم کے درمیان واقع معونہ کے کنوئیں [بِئْرِ مَعُوْنَۃَ] تک جا پہنچا۔

بئر معونہ پر پڑاؤ ڈالنے کے بعد اِن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُمِ سُلیم کے بھائی حرام بن ملحان کو رسول اللہ ﷺ کا خط دے کر اللہ کے دشمن عامر بن طفیل کے پاس روانہ کیا جو اِس تبلیغی مشن کے لیے دعوت دینے والے اور حفاظت اور پناہ کا ذمہ لینے والے ابو براء کا سگا بھتیجا تھا۔ چچا بھتیجے میں کچھ سیاست چل رہی تھی، لیکن عرب روایات کے پسِ منظر میں اس بات کی امید نہیں تھی کہ بھتیجا اپنے بزرگ کی دی ہوئی پناہ کو رد کر دے گا، عامر بن طفیل نے خط کو دیکھنا تک گوارا نہیں کیا اور اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا جس نے سیّدنا حرام رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے پوری قوت سے ایسا نیزہ مارا کہ وہ سیّدنا حرام رضی اللہ عنہ کے جسم سے پار ہو گیا۔ خون دیکھ کر سیّدنا حرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اکبر! ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

اس کے بعد فوراً ہی اس اللہ کے دشمن عامر نے باقی صحابہؓ پر حملہ کرنے کے لیے اپنے قبیلہ بنی عامر کو بلوایا۔ مگر انھوں نے ابو براء کی پناہ کے پیش نظر اس کی آواز پر کان نہ دھرے۔ ادھر سے مایوس ہو کر اس شخص نے بنو سلیم کو آواز دی۔ بنو سلیم کے تین قبیلوں عصیہ، رعل اور ذکوان نے اس پر لبیک کہا۔ اور جھٹ آکر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا محاصرہ کر لیا صحابہؓ نے بھی ممکنہ مزاحمت کی مگر سب کے سب شہید ہو گئے۔ صرف کعب بن زید بن نجارؓ زندہ بچ سکے جو زخموں سے چور بے ہوشی میں مردہ سمجھے گئے اور ۵ ہجری میں جنگ خندق تک حیات رہے۔ ان کے علاوہ

مزید دو صحابہ، عمَرو بن امیہ ضمری اور منذر بن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما بھی ایسے تھے جو فوری شہادت حاصل نہیں کر پائے کیوں کہ وہ اونٹ چرانے چلے گئے تھے۔ انہوں نے جائے واردات پر پرندوں کو منڈلاتے دیکھا تو ٹھٹک گئے، سیدھے جائے واردات پر پہنچے۔ پھر حضرت منذر تو اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اور عمرو بن اُمیہ ضمریؓ کو قید کر لیا گیا لیکن جب بتایا گیا کہ ان کا تعلق قبیلہ مُضَر سے ہے تو عامر نے ان کی پیشانی کے بال کٹوا کر اپنی ماں کی طرف سے جس نے ایک گردن آزاد کرنے کی نذر مانی ہوئی تھی اُس کو پورا کرنے کے لیے آزاد کر دیا۔ اس طرح صرف دو آدمی کعب بن زید بن نجارؓ اور عمرو بن اُمیہ ضمریؓ زندہ بچ سکے باقی اڑتیس صحابہ شہید کر دیے گئے۔

عمرو بن اُمیہ ضمریؓ اس سانحے کی خبر لے کر واپس ہو رہے تھے تو وادی قناۃ کے سرے پر واقع مقام قرقرہ پر قاتلین کے حلیف بنو کلاب کے دو آدمیوں کو بے خبر سوتا پایا، عمرو بن امیہؓ نے انتقاماً ان دونوں کا صفایا کر دیا۔ آپؓ کو معلوم نہ تھا کہ ان دونوں کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امان کا عہد تھا۔ چناں چہ جب آپ نے مدینہ پہنچ کر واقعے کی اور اپنی کارروائی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے ایسے دو آدمیوں کو قتل کیا ہے جن کی دیت مجھے لازماً ادا کرنی ہے۔ اس کے بعد آپؐ مسلمان اور ان کے حُلفاء یہود سے دیت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اِس مشغولیت کے دوران بنو نضیر نے آپؐ کو قتل کرنے کی سازش کی جو بنو نضیر کے مدینے سے نکالے جانے کا باعث بنی۔

چند دنوں کے وقفے سے معونہ اور رجیع کے المناک واقعات کے ہو جانے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر رنج پہنچایا اور آپؐ اس قدر غمگین ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی لشکر کے لیے اتنا پریشان و غمگیں ہوتا نہیں دیکھا گیا جتنا کہ آپ اتنی بڑی تعداد میں صحابہ کی شہادت پر پریشان ہوئے جن کو قراء کے نام سے پکارا جاتا تھا آپؐ نے ایک مہینہ ان شہداء کے قاتلوں کے لیے خلافِ معمول بد دعا فرمائی (دیکھیے حدیث نمبر ۱۵۴۴، مسلم جلد اوّل)، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر آپؐ نے مزید بد دعا کرنا بند کر دی۔

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی بیوہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح

ابو سلمہؓ اپنی وفات سے پہلے ایک روز اغلباً سریہ ابو سلمہؓ سے پہلے کی بات ہے کہ، گھر آئے تو ام سلمہؓ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان سنا ہے جس سے بڑی خوشی ہوئی۔ ارشاد فرمایا: ”جب کسی مسلمان پر کوئی مصیبت ٹوٹے (یعنی اس کا کوئی عزیز دنیا سے چلا جائے) تو اُسے چاہیے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر

یہ دعا مانگے: اے اللہ، میں تجھی سے اس صدمے پر صبر کرنے کا اجر چاہتا ہوں، مجھے اجر و ثواب دے اور اس مصیبت کا بہترین بدل عنایت کر۔ یقیناً اللہ اسے نعم البدل عطا کر دیتا ہے۔ ابو سلمہؓ کا جب آخری وقت قریب آیا تو انھوں نے دعا مانگی: اے اللہ، میرے اہل خانہ میں مجھ سے بہتر قائم مقام لے آ۔ ان کی وفات کے بعد ام سلمہؓ نے دعا مانگتے ہوئے کہا: 'انا للہ وانا الیہ راجعون'، میں اللہ ہی سے اپنا صدمہ برداشت کرنے کا اجر چاہتی ہوں۔ مجھے اس کا ثواب (بدل) عطا کر۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں: پھر میرے دل میں آیا کہ میرے لیے ابو سلمہؓ سے بہتر کون ہوگا؟ ہرگز نہیں، کوئی نہیں ہو سکتا۔'' (ترمذی)۔ جب ان کی عدت ختم ہوئی تو یکے بعد دیگرے سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ نے چاہا کہ دو مرتبہ بیوی کے ساتھ مہاجرت کی سعادت اختیار کرنے والے شہید دوست کی بیوی بے آسرا نہ رہے، ام سلمہؓ کو شادی کا پیغام بھیجا لیکن اُنھوں نے پیغام قبول نہ کیا اور انکار کر دیا، کیوں کہ اُنھیں اب دنیا میں کسی بھی رشتے میں ابو سلمہؓ کے ساتھ گزری، جیسی زندگی کی مٹھاس اور حلاوت کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے، اگرچہ جانتی تھیں کہ کاروانِ نبوت میں اِن حضرات کے بلند درجے کا مثیل ملنا مشکل تھا۔ آخر کسی کو تو اس عظیم بیوہ خاتون کا سہارا بننا تھا، ایثارِ مجسم رسول عربی ﷺ نے حاطب بن ابو بلتعہؓ کے ہاتھ نکاح کا پیغام بھیجا تو خوش تو ہوئیں مگر کہا کہ تین امور ہیں [جو مجھے آپؐ کے قابل نہیں بناتے، شاید آپؐ کے پیشِ نظر نہیں] مجھ میں شدت رقابت پائی جاتی ہے [سوکنوں سے نباہ کہیں مشکل نہ ہو]، عمر رسیدہ ہوں اور بال بچوں والی ہوں۔ آپؐ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ تمھاری رقابت کو ختم کر دے گا۔ میں عمر میں تم سے بھی بڑا ہوں اور تمھارے بچے میری بھی اولاد ہیں۔ تب اُمّ سلمہؓ نے ہاں کر دی (مسلم)۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ زیادہ عمر کی نہیں تھیں، اُن کا حسن ابھی باقی تھا، آنے والی خانگی زندگی میں نہ کسی رقابت نے رنگ دکھایا اور نہ ہی بچوں کی وجہ سے کوئی الجھن پیش آئی۔

☆☆☆☆☆